ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6, Issue No.1(2024)
(January to March)

آدم شیر کے افسانوں میں تانیثی مسائل کی عکاسی

Reflections on feminine issues in Adam Sher's fiction

سمیرا لیاقت

پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر شیر علی

شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Sumaira Liaqat
Doctoral Candidate, Department of Urdu, Al-Hamd Islamic University, Islamabad
Prof. Dr. Sher Ali
Department of Urdu, Al-Hamd Islamic University, Islamabad

Abstract:

The historical study of Adam Sher's myths shows that the main problem is poverty and two-time bread. When rats run in the stomach due to hunger, there is no medicine for the deceased, then such an act is not unpleasant. Adam Sher does not attribute himself to any particular sect of literature. Analytical diversity is seen. Different colors of life are scattered in his fictions. He attracts the reader with his happiness. Looking at the reflection of real life in his fictions, sometimes the influence of progressivism on his thinking is seen. It is visible. Adam Sher's fiction does not appear to be progressive in the sense that progressive fiction writers wrote. He did not see the society and social problems from any particular point of view. In the manner in which he has depicted the human problems, he does not include any reason behind them, rather he describes the situation in the same way as he sees it.

Keywords: historical study, Adam Sher's myths, deceased, Analytical diversity, progressivism, situation

کارل مارکس اور ولیم فرائیڈ دو ایسے مغربی فلسفی ہیں جن کے نظریات نے دنیا کے ادب کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ کارل مارکس طبقاتی تفریق کو تمام سماجی ناہمواریوں کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ فرائیڈ کے مطابق سماج کی تعمیر و تخریب میں جنس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو سماجی تشکیل میں تعمیر و تخریب کے عمل میں ان دونوں عناصر کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف ادوار میں ان کی کمیت اور کیفیت پر بحث ہو سکتی ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تہذیبی زوال ان میں سے کسی ایک کا شاخسانہ ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں جنس اور معاش ہر دو کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ آدم شیر کا افسانوی مجموعہ "ایک چپ سو دکھ" پاکستان میں لکھا گیا ہے، اس کے بنیادی کردار مسلمان ہیں اور اس کی تہذیبی فضا مسلم معاشرے کی شکست وریخت کی بھی عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔

کیا وطن عزیز میں جس کا خواب مصور پاکستان نے دیکھا تھا اور مذکورہ بالا خط میں مسلم ریاست کو مسلمانوں کے اقتصادی مسائل کا واحد حل قرار دیا تھا، صورت حال اس سے بھی کہیں زیادہ بدتر نہیں ہو چکی۔ ہر بڑے چھوٹے شہر کے گلی کوچوں میں بھیک مانگنے والوں کی بڑی تعداد، سڑکوں کے کنارے بیٹھے بیلچے اور کدال اٹھائے مزدوری کے لیے گاہکوں کے پیچھے بھاگنے والے مزدور، گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے، ہوٹلوں، ڈھابوں پر بیرا گیری کرتے، جوتے پالش کرتے تعلیم سے محروم بچے، ہاتھوں میں ڈگریاں تھامے نوکریوں کے لیے دربدر ٹھوکریں کھاتے جوان، اَسی سال کی عمر میں (جو آرام کرنے کی عمر ہوتی ہے) بہ امر مجبوری، رعشہ زدہ ہاتھوں میں چھابڑیاں اٹھائے ضعیف، گھروں میں جھاڑو پوچھے کا کام کرنے والی، امرا کے ظلم و ستم کا شکار بننے والی معصوم بچیاں، آبروریزی کے دکھ جھیلتی ملازمائیں، کیا یہ سب اِس اسلامی تہذیب کے زوال کا نوحہ نہیں ہیں جو اقبال کے بقول اقتصادی مسئلے سے کسی طور کم نہیں تھا۔ ان مسائل کی طرف اُردو ادب کے کئی افسانہ نگاروں نے توجہ مبذول کرائی ہے، جن میں آدم شیر بھی شامل ہیں۔

آدم شیر موجودہ عہد میں تانیثیت کے اہم افسانہ نگار ہیں۔ "ایک چپ سو دکھ" آدم شیر کا نمایاں افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۱۹ء میں عکس پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں شامل افسانوں کی کل تعداد ۱۸ ہے۔ اس مجموعے میں "دبدھا، عالم تمثال، ارتعاش، انسان نما، ہیولا، غیر دلچسپ کہانی، غرقاب، اک چپ سو دکھ، دس ضرب دو برابر صفر، بھکاری، صحرا اور ڈوبتا چاند، تماشائے روز گار، کھلے پنجرے کا قیدی، نقش، بابانان چک، قطرے میں سمندر، خوش بخت نوحہ اور شکم گزیدہ وغیرہ افسانے شامل ہیں۔ "ایک چپ سو دکھ" کے افسانے فنی اعتبار سے بہترین ہونے کے ساتھ ساتھ فکری لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔ ان میں افسانہ نگار نے زندگی کے مختلف رنگ نمایاں کیے ہیں۔ ہر افسانہ زندگی کے ایک نئے پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ موضوعاتی لحاظ سے تمام افسانوں میں جدت نظر آتی ہے۔ افسانہ نگار نے افسانوں میں روایتی موضوعات کی پیش کش کرنے کی بجائے نئے موضوعات پیش کیے ہیں۔ اس لحاظ سے آدم شیر کے افسانوں میں فکری تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں میں پیش کیے گئے تانیثی مسائل بھی جدید عہد کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس افسانوی مجموعے میں افسانہ نگار نے جہاں مختلف معاشرتی مسائل کی عکاسی کی ہے وہیں تانیثی مسائل کو بھی نمایاں انداز میں اجاگر کیا ہے۔

ترقی پسند افسانہ نگاروں کے بعد افسانے کا تعلق حقیقی زندگی اور زندگی کے مسائل سے قائم ہوا۔ افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں خیالاتی دنیا کی سیر کرانے کی بجائے حقیقی زندگی سے تعلق قائم کیا۔ اُنھوں نے افسانوں میں معاشرہ اور معاشرتی مسائل کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کی جن میں تانیثی مسائل بھی شامل تھے۔ جدید عہد کے افسانہ نگاروں نے خواتین کے مسائل کو خوبصورتی سے اجاگر کیا ہے۔ آدم شیر کے افسانوں میں بھی ہمیں معاشرے کے بہت سے رخ نظر آتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں مختلف معاشرتی مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں اجتماعی نوعیت کے مسائل بھی شامل ہیں اور انفرادی نوعیت کے مسائل بھی۔ افسانہ نگار نے "ایک چپ سو دکھ" کے تناظر میں ایک ایسی عورت کی زندگی کا عکس دکھایا ہے جس کو کم تعلیم یافتہ ہونے پر سسرال والوں کی باتیں سننا پڑتی ہیں:

> "میری میٹرک پاس بیوی میرے بچوں کی پرورش صحیح نہیں کر پائے گی۔ ہم ایک دوسرے کے الٹ ہیں، وہ عقائد کی پکی اور میں، جو بات سمجھ میں آ جائے وہی ٹھیک"۔ (۲)

اُردو ادب میں کو معنی و مفہوم کے لحاظ سے فرسودہ نظام اور جابرانہ طرز حکومت کی حد بندی سے لے کر معاشی ،سماجی، معاشرتی اور مذہبی حوالے سے نئے زاویے سے پیش کیا جارہا ہے۔ آدم شیر نے بھی اپنے افسانوں میں تانیثیت جیسے موضوع کو منفرد انداز سے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اُنھوں نے عورتوں کے حوالے سے ایک بنیادی مسئلے جنسی زیادتی کو بھی اپنے افسانے میں جگہ دی ہے:

"میں نے اُسے دس سالہ بچی سرِبازار سر تا پا برہنہ دکھائی، جس نے مالک زادے کا فرمان نہیں مانا تھا"(۳)

آدم شیر کے افسانوں کے تانیثی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی مسئلہ وہی غربت اور دو وقت کی روٹی ہے۔ جب بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑتے ہوں، مرنے والے کے لیے دوانہ ہو تو پھر اس طرح کا عمل بھی ناگوار نہیں گزرتا۔ آدم شیر اپنے آپ کو ادب کے کسی خاص مسلک سے منسوب نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں تجزیاتی لحاظ سے تنوع نظر آتا ہے۔ ان کے افسانوں میں زندگی کے مختلف رنگ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی خوشنمائی سے قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں حقیقی زندگی کے عکس کو دیکھتے ہوئے بعض اوقات ان کی فکر پر ترقی پسندی کے اثرات کی جھلک نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس ترقی پسند افسانہ نگاروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ترقی پسند ادیبوں نے صرف عوامی زندگی سے تعلق استوار نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے ادب کی زمین کی چھاتی سے لگ کر چلنا سکھایا اور عوام کی جدوجہد کو ہم قدم ہونا سکھایا۔ اُنھوں نے لوک ادب کی روایات سے فائدہ اٹھایا"۔(۴)

آدم شیر کے افسانوں میں اس لحاظ سے ترقی پسندی نظر نہیں آتی جس انداز میں ترقی پسند افسانہ نگاروں نے لکھا۔ اُنھوں نے معاشرہ اور معاشرتی مسائل کو کسی خاص نقطہ نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اُنھوں نے جس انداز میں تانیثی مسائل کی عکاسی کی ہے اس میں وہ کسی ایک وجہ کو ان کے پس پردہ محرکات میں شامل نہیں کرتے، بلکہ وہ حالات کو اسی انداز میں بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ انہیں نظر آتے ہیں۔ اس دوران وہ افسانہ پڑھنے والے پر بھی بہت سے سوالات چھوڑ دیتے ہیں۔ ان سوالات کا جواب قاری افسانہ پڑھتے ہوئے اپنے آپ سے طلب کرتا ہے۔ افسانہ نگار نے کسی ایک فرد یا کسی ایک ادارے کو تانیثی مسائل کا سبب قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس میں ایک ایسی صورت حال کی عکاسی کی ہے جو ہماری روزمرہ زندگی میں حقیقی صورت میں نظر آتی ہے۔ معاشرے میں موجود مسائل میں سے زیادہ تر مسائل کا تعلق معاشی بدحالی سے ہوتا ہے۔ ان معاشی مسائل کی وجہ سے ہی معاشرے میں دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں جن میں تانیثیت بھی شامل ہے۔ پاکستانی معاشرے کے پس منظر میں معاشی مسئلے سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہاں دیگر بہت سے مسائل میں ایک مسئلہ مہنگائی ہے۔ زیادہ محنت کرنے والے لوگ مشکل سے گزر بسر کرتے ہیں۔ خاص طور پر نچلے طبقے کے لوگ جن کا گزر بسر محنت مزدوری پر ہے۔ وہ ان مسائل سے زیادہ پریشان ہیں، اس حوالے سے سبط حسن لکھتے ہیں:

"ہمارے سماجی نظام میں جو لوگ خون پسینہ ایک کر کے دولت پیدا کرتے ہیں۔ وہی دولت سے محروم ہیں۔ کوئی شخص ہمارے کاشتکاروں اور مزدوروں پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ وہ کام چور یا مفت کی روٹی کھانے کے عادی ہیں۔ وہ تاروں کی چھاؤں میں کام پر

جاتے ہیں اور تاروں کی چھاؤں میں گھروں کو لوٹتے ہیں۔ وہ کھیتوں اور کارخانوں میں دن رات ایک کر کے ملک کی پیداوار بڑھاتے ہیں۔ برآمدی تجارت میں اضافہ کرتے ہیں۔ زرمبادلہ میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس کا بدلہ انہیں یہ ملتا ہے کہ ان کی جھونپڑیوں میں روشنی ہے نہ پانی"۔ (۵)

آدم شیر نے بھی اپنے افسانوں میں معاشرے کے ان مسائل کی عکاسی کی ہے اور اس کے نتیجے میں خواتین پر ہونے والے گھریلو تشدد اور الزام تراشی کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان کے متعدد افسانوں میں یہ موضوع بیان کیا گیا ہے۔ وہ خواتین کے مسائل کو اہم معاشرتی مسئلہ قرار دیتے ہیں اور اس ضمن میں اُنھوں نے متعدد افسانے تحریر کئے ہیں۔ ان کے اس موضوع پر لکھے گئے ہر افسانے کا اسلوب اور افسانوی صفت دوسرے افسانے سے مختلف ہے۔ لیکن یہ تمام افسانے اسی پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں۔ افسانہ "ایک چپ سو دکھ "کا عنوان اُردو کے محاورے سے لیا گیا ہے۔ لیکن موضوع کی ضرورت کے مطابق افسانہ نگار نے محاورے میں تبدیلی کی ہے۔ اُنھوں نے "ایک چپ سو سکھ "کی بجائے "ایک چپ سو دکھ "لکھا ہے۔ آدم شیر کے افسانوں کے مطالعے سے ان کا وسیع مشاہدہ نظر آتا ہے۔ وہ معاشرے اور معاشرتی اقدار کو باریک بینی سے دیکھتے اور ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کے بیشتر افسانوں میں ان کے مشاہدات کی عکاسی ہوتی ہے۔

پاکستانی معاشرے کے پس منظر میں شہروں کے معاشرتی مسائل بڑھتی ہوئی آبادی کے سبب بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں۔ ان مسائل میں دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ رہنے کے لیے جگہ کی عدم دستیابی بھی ہے۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں یہ مسائل نظر آتے ہیں۔ آبادی زیادہ ہونے کے سبب لوگ چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ جب آبادی میں اضافہ ہوتا ہے تو اس وجہ سے وسائل میں کمی آتی ہے۔ صحت، تعلیم اور دوسری سہولیات کم ہونے لگتی ہیں۔ شہری زندگی میں ہر انسان مصروف رہتا ہے۔ والدین میں باپ کے ساتھ ساتھ ماں بھی کمانے کے لیے کسی نہ کسی ادارے سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر ماں اور باپ دونوں نوکری کے سلسلے میں گھر سے باہر رہیں تو بچوں کو والدین کی سرپرستی صحیح انداز میں نہیں مل پاتی۔ اسی وجہ سے وہ متوازن ماحول میں پرورش نہیں پاتے۔ شہری زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے آدم شیر نے لکھا ہے:

"کہا نا جلدی اُٹھو! بچوں نے سکول بھی جانا ہے۔ روز دیر کر دیتے ہو"۔ میری نوکری لگ گئی، تمہاری قسمت جاگ گئی۔ گھر بیٹھے روٹیا توڑتے رہو۔ (۶)

درج بالا اقتباس میں افسانہ نگار نے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر والدین بچوں کو صحیح انداز میں وقت نہ دے پائیں تو بچوں کی تربیت درست انداز میں نہیں ہو سکتی اور ان کی شخصیت میں خلا رہ جاتا ہے۔ جس کے سبب وہ غیر مستقل اور غیر متوازن شخصیت کے ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔ ایسے بچے جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو معاشرے میں انہیں طرح طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آدم شیر نے تانیثی مسائل کے ساتھ ساتھ اپنے افسانوں میں انسانی رویوں کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں ان رویوں کی جھلکیاں زیادہ نظر آتی ہیں جو عام طور پر ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے لوگوں کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کر رکھا ہے۔

افسانوی مجموعے "ایک چپ سو دکھ "میں شامل افسانے "دس ضرب دو برابر صفر "میں اُنھوں نے بلو کی مالکن کے رویے کے بارے میں لکھا ہے کہ بلو جس گھر میں بھی کام کرنے جاتی، پوری محنت اور ایمانداری سے اپنا کام مکمل کرتی۔ وہ کوشش کرتی کہ اسے جو

کام کرنے کے لیے کہا جاتا ہے وہ صحیح انداز میں کرے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی مالکن اس سے نامناسب رویے کے ساتھ پیش آتی، مثلاً جب بلو صفائی کر رہی ہوتی تو وہ بار بار کہتی:

"اندھی ہے تو! نظر نہیں آتا! گندگی چھوڑے جاتی ہے۔ چل دوبارہ جھاڑو لگا"۔ (۷)

ہمارے ہاں یہ رویہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص پوری ایمانداری سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کرنے یا اس کی تعریف کرنے کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ عام طور پر گھروں میں کام کرنے والے ملازمین کو اکثر اسی طرح کے رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کی عکاسی افسانہ نگار نے "دس ضرب دو برابر صفر" میں کی ہے۔ آدم شیر نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ تانیثی مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے افسانوں میں ان مسائل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات کے بارے میں بھی لکھا گیا ہے۔ اُنھوں نے ایک تجزیہ کار کی طرح تانیثی مسائل کا تجزیہ کر کے ان حالات اور اسباب کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ ان نتائج کی نشاندہی بھی کی ہے جو معاشرتی حالات کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ آدم شیر کے افسانوں کے تجزیاتی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اُنھوں نے افسانہ نگاری میں کسی ایک رجحان کو قبول نہیں کیا۔ ان کے ہاں موضوعات کے لحاظ سے تنوع نظر آتا ہے۔ وہ موضوعاتی لحاظ سے کسی خاص دائرے میں نہیں رہتے اور نہ ہی ان کی افسانہ نگاری کسی نظریے یا خاص طرز فکر کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ تمام حدود و قیود کو توڑ کر اپنے لیے افسانے میں خاص فضا قائم کرتے ہیں۔

آدم شیر نے اپنے افسانوں میں کوئی بڑے فلسفے یا نظریات کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹا بلکہ وہ سیدھے سادے اور آسان اسلوب میں زندگی کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں زندگی کی پیشکش ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی کہ حقیقی طور پر ہوتی ہے۔ خاص طور پر پاکستانی معاشرتی صورت حال کے پس منظر میں ان کے افسانے بہت زیادہ اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ تمام دیکھی ہوئی دنیائیں نظر آتی ہیں۔ وہ جس ماحول کی عکاسی کرتے ہیں وہ ہمارے لئے مانوس ہوتا ہے۔ اس منظر کشی میں وہ تانیثی مسائل کے کئی پہلو دکھا جاتے ہیں۔ آدم شیر کے ہاں نظر آنے والے تانیثی پہلو اس طرز کے نہیں ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے کسی فلسفے کی ضرورت پڑے وہ حقیقی زندگی کا ایسا عکس پیش کرتے ہیں کہ تمام تر حالات کی منظر کشی ہو جاتی ہے۔

ان کے افسانوں میں دیہاتی اور شہری دونوں طرح کی معاشرت نظر آتی ہے اور انھوں نے ان دونوں طرح کے ماحول میں طرز زیست اور مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ دیہی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے افسانوں میں شہری زندگی کے مسائل کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کا افسانہ "تماشائے روزگار" شہری زندگی کا عکاس ہے۔ اس افسانے میں اُنھوں نے شہری زندگی کے کئی رخ دکھائے ہیں۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شہروں میں گھروں میں دودھ نہیں ملتا، گوالے دیر سے پہنچتے ہیں یا دکانوں پر بھی دودھ ختم ہو چکا ہوتا ہے جس کے سبب گھریلو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ آدم شیر نے اس حوالے سے لکھا ہے:

"آج پھر دودھ نہیں لائے، نسرین ہاتھ قمیص سے پونچھتے، سر کو قدرے اوپر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھتی ہے۔ ختم ہو گیا تھا، ناصر آرام سے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا جس پر نسرین کی ناک مزید پھول گئی"۔ (۸)

افسانہ نگار نے ایک ایسے ماحول کی منظر کشی کی ہے جو ہمیں عام طور پر ہر جگہ نظر آجاتا ہے۔ اس ماحول میں کوئی بھی غیر معمولی بات نظر نہیں آتی لیکن اس میں بھی افسانہ نگار نے روزمرہ زندگی کے ایک مسئلے کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی خوب صورت انداز میں وضاحت کی ہے۔ گیس کی بندش سے سردیوں کے موسم میں گھروں میں کیا ماحول پیدا ہوتا ہے، وہ ہمیں اس اقتباس میں

نظر آتا ہے۔ آدم شیر کے افسانوں میں تانیثی مسائل کا رونا نہیں رویا گیا اور نہ ہی ہمیں ان کے رویے میں مایوسی اور قنوطیت نظر آتی ہے۔ وہ کوئی بھی واقعہ بیان کرتے ہوئے، افسانے میں کسی منظر کی منظر کشی کرتے ہوئے یا کسی کی کہانی سناتے ہوئے جزوی طور پر کسی اہم تانیثی مسئلے کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ آدم شیر کے افسانوی مجموعہ "ایک چپ سو دکھ" کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آدم شیر نے تانیثی مسائل کو اپنے مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ ان کے افسانے جدید دور کی دیہاتی اور شہری زندگی میں خواتین کے مسائل کی بہترین انداز میں عکاسی کرتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں جہاں روایتی انداز میں تانیثی مسائل کو بیان کیا ہے وہیں غیر روایتی اندز فکر بھی اپنایا ہے۔ ویسے تو یہ مقولہ مشہور ہے کہ ایک چپ سو سکھ لیکن ایک چپ ایسی بھی ہوتی ہے جو انسان کو اندرونی طور پر کاٹتی رہتی ہے جس سے جذبات کا خاموش لیکن گہرا تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ ایسی چپ بظاہر توانسان کو پرسکون دکھاتی ہے لیکن انسان اندر ہی اندر کھلتا رہتا ہے، بالخصوص وہ شخص جو اپنے اردگرد ہونے والے ظلم، زیادتی، حادثات اور واقعات کو اپنی تمام تر حساسیت کے ساتھ محسوس کرتا ہو۔ آدم شیر بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ چونکانے اور کچھ الگ دکھانے کا شوق ان کے ہاں نظر نہیں آتا۔ ان کی کہانیاں اور نثر انتہائی سادہ لیکن مشاہدات میں گہرائی نظر آتی ہے۔ وہ سادہ لیکن روایتی زبان کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں لوگوں کی محرومیوں، تکلیفوں، رہن سہن اور سوچ کے انداز سے آگاہ کرتے ہیں۔

آدم شیر کی افسانہ نگاری کا تانیثی مطالعہ کرتے ہوئے موضوعاتی لحاظ سے تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں کے موضوعات میں تنوع نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں محض روایتی احساسات اور خیالات کا پرچار نہیں کیا بلکہ نئے خیالات اور نئے افکار کی خوب صورت انداز میں پیش کش کی ہے۔ ان کے افسانے تانیثیت کی بہترین انداز میں تصویر کشی کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں ہمیں معاشرے کا اصل چہرہ نظر آتا ہے۔ آدم شیر نے اپنے افسانوں میں مبالغے سے کام لیتے ہوئے موضوعات کو بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کیا بلکہ ان کے ہاں پیش کیے گئے تمام حالات و واقعات فطرتی اور مبنی بر حقیقت نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں جن تانیثی مسائل کی پیش کش کی گئی ہے وہ بھی حقیقت کے عین مطابق ہے۔ انھوں نے خیالاتی دنیا آباد کرنے کی بجائے اپنی تخلیقات کا حقیقی زندگی اور حقیقی زندگی کے معاملات اور مسائل سے ربط قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد جہانگیر عالم، اقبال کے خطوط جناح کے نام، اقبال اکیدمی، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۷۰

۲۔ آدم شیر، ایک چُپ سو دُکھ، عکس پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۹ء، ص:۱۲

۳۔ ایضاً، ص:۹۵

۴۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، ترقی پسند ادب و ادب کے تناظرات، مرتبہ: انور پاشا، عریشہ پبلیکیشنز، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص:۴۶۲

۵۔ سبط حسن، پاکستان کے تہذیبی اور سیاسی مسائل، مقصود پرنٹرز، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص:۲۹۹

۶۔ آدم شیر، ایک چپ سو دکھ، ص:۹۷

۷۔ ایضاً، ص:۹۸

۸۔ آدم شیر، ایک چپ سو دکھ، ص:۱۳۶

References in Roman Script:

1. Mohammad Jahangir Alam,Iqbal Kay Khatiit Jinnah Kay Naam, Iqbal Academy, Lahore, 2002, p:70
2. Adam Sher, Ek Chup Su Dukh, Aks Publications, Lahore 2019, p:12
3. Ibid, p: 95
4. Qamar Rais, Dr.,Tarraqi Passand Adab Kay Tanazurat,(Muratab),Anwar Pasha, Arisha Publications, Delhi, 2014, p: 462
5. Sabt Hasan,Pakistan Tahzibi aur Siyasi Masail, Maqsood Printers, Karachi, 2018, p: 299
6. Adam Sher, Ek Chip Hund Dikh, p. 97
7. Ibid, p: 98
8. Adam Sher, Ek Chip Hund Dikh, p. 136